Digitized by Khilafat Library Rabwah.

بقیہ
مبحث اثبات نبوت

یہ دونون اقسام دونون قوتون کے انسان مین دو طرح پر پائی جاتے ہین۔ ایک یہہ کہ دونون قوتین آپسمین مقابلہ و زور کرین۔ ہر ایک اپنی مقتضائے پر پورے زور سی چلنا چاہے ملکیۃ درجہ اول یا دوم اپنا پورا تسلط چاہے۔ بہیمیت درجہ اول و دوم اپنا پورا تصرف۔ پہر جو دونون مین زور آور ہو وہ غلبہ پائے اور اپنا کام کرلے۔ دوسرے کے اثر و زور کو توڑ دے۔ دوسری یہہ کہ دونون آپسمین صلح و اتفاق کرلین۔ ملکیۃ اپنی تیزی و زور کو کم کردے اور اپنے افعال (عقل۔ پاکیزگی۔ فراخ حوصلگی۔ نفع رسانی غیر خیال انجام کار۔ وغیرہ وغیرہ) کے درجہ کمال سے کچہہ تنزل کری اور بہیمیت کچہہ ترقی کرے اور اپنے افعال (بے عقلی۔ آزادگی۔ خود غرضی۔ نقد طلبی وغیرہ وغیرہ) کو کہٹا دے۔

اس دو طرح کے **اتفاق و اجتماع** دونون اقسام ملکیۃ و بہیمیت سی کئی اقسام پیدا ہوتے ہین پر **عام اقسام** اُسکے آٹہہ ہین ؛

(۱) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ اول کے ساتہہ زور و غلبہ سے اجتماع (۲) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ اول کے ساتہہ صلح سے اجتماع (۳) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ دوم کے ساتہہ زور سے اجتماع (۴) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ دوم کے ساتہہ صلح سے اجتماع۔ اسی طور پر ملکیۃ درجہ دوم کے بہیمیت درجہ اول و دوم کے ساتہہ زور و صلح سے مجتمع ہونیسے چار قسم اور پیدا ہوتے ہین۔

ان مختلف اقسام اجتماع سے مختلف آثار پیدا ہوتے ہین اور جس شخص مین جس قسم کا اجتماع ہو اس سے اسی قسم کے مناسب افعال سرزد ہوتے ہین مثلاً جسمین درجہ اول کی بہیمیت ہوتی ہے وہ ریاضت و مشقت کے کام کرسکتا ہی۔ پہر اگر اسکی ملکیت بہی درجہ اول کی ہو وہ اپنی ریاضت و مشقت سی امور ریاضت و سیاست کے کام لیتا ہی اور جسکی ملکیۃ

درجہ دوم کی ہو وہ بوجہ اُٹھانے اور اسکی مانند کاموں میں مضبوط ہوتا ہے اور جسمیں بہیمیت درجہ دوم ہوتی ہے وہ بہاری اور مشکل کاموں سے جی چُراتا ہے پھر اگر اسکی ملکیۃ کامل ہوتی ہے تو وہ اُن کاموں سے کنارہ کش ہوکر خدا کی طرف متوجہ اور اسکی یاد میں لگا رہتا ہے اور زاہد و صوفی بنجاتا ہے اور جسکی ملکیۃ درجہ دوم کی ہوتی ہے وہ اگر قیہ بہیمیت سے آزاد ہوتا ہے تو زاہد بنجاتا ہے ورنہ سُستی اور نالایقی سے سبھی کاموں کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ پھر جن لوگوں میں ان قوتوں کا اجتماع زور دغلبہ سے ہوتا ہے انمیں اگر بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ صرف جسمانی امور میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اگر ملکیۃ کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ صرف روحانی امور میں مشغول رہتے ہیں اور جنمیں ان قوتوں کا صلح واتفاق سے اجتماع ہوتا ہے وہ جسمانی و روحانی دونوں قسم کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ وقس علی ہذا۔

اسی اختلاف اجتماع ملکیۃ و بہیمیت سے وہ اختلاف سعادت (جسکی تشریح نمبر سابق میں گذری ہے) پیدا ہوا ہے مگر† یہ لازمہ نہیں ہے کہ جس سے جو کوئی کام یا فعل (صفت بہیمی یا ملکی کے موافق) سرزد ہوتا ہے وہ اسمیں مجبور ہے اور اسکا تبدل و تغیر ناممکن ہے۔ ملکیۃ کا تابع بہیمیت ہوجانا اور ہر ایک کا اپنے مقتضاء سے کمزور و زور آور ہوجانا خود بتا رہا ہے کہ اُن افعال میں جو اُن قوتوں سے سرزد ہوتی ہیں تغیر و تبدل ممکن ہے اور یہ تغیر و تبدل بھی انسان کی جبلت و فطرت میں داخل ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض اشخاص (اہل سعادت قسم دوم و سوم جنکا ذکر درمیان نمبر سابق میں بصفحہ ۳۲۵ ہوچکا ہے) جنکو وہ سعادت سرِدست حاصل نہیں ہے تو جو دیکھ یہ عدم حصول انکی جبلت و فطرت سے پیدا ہوا ہے اس سعادت کو حاصل کرسکتے ہیں اور یہ امر بھی انکی جبلت و فطرت کے مخالف نہیں۔

پھر اس **سعادت** کا حصول **دو صورت** سے ہوتا ہے **ایک** یہ کہ انسان اپنی بہیمیت سے

---

† یہ میں اہل سنت کے مذہب سے احتراز ہے جو ہر ایک انسان کے اخلاق کو اسکی فطرت و جبلت کا ایسا

* یعنی بہیمیت میں جسکا تغیر و تبدل دہ ناممکن جانتے ہیں لیکن ہوشاقدالت۔ پر ۹ جلد ۱۲ ص ۲۶۹ اور تفسیر اہل سنت پ ۱۰ ذیل

گویا خارج ہوجائے ایسی ریاضتین وتدبیرین عمل مین لاوی جنسی طبعی افعال و آثار مین قصور و فتور واقع ہو اور اسکی تیزی وجوش مٹ جاوی - طبعی لذات کہانا - پینا - لوگون سی اختلاط کرنا - مرغوب چیزون کیطرف راغب ہونا - مکروہ چیزون سے تنفر کرنا چہوٹ جاوے - یہہ صورت پُرانے اشراقین فلاسفرون اور زاہدون اور راہبون کے عمل مین رہی ہے - اِس صورت سی بعض لوگ تو اپنے مطلب و مراد کو پُہنچ جاتے ہین اور بہتیرے دیکہتے ہی رہ جاتے ہین اور باوجود زہد وجفاکشی کامیاب نہین ہوتے -

دوسری صورت یہہ ہی کہ انسان اپنی بہیمیت کی اصلاح و درستی کرے اور اسکی کجی و زیادتی کو نکال ڈالے - باوجودیکہ اصل بہیمیت باقی رہی - لذیذ کہانے کہائے مگر نہ اِس قسم کے اور اس قدر جس سے اسکی ملکیت کو نقصان پُہنچی - لوگون سے اختلاط کرے مگر نہ اِس حد تک کہ اپنی علوم و روحانی حظوظ کو بہول جاوے - یہ صورت ان لوگون مین پائی جاتی ہے جو ہادی یا رہبر خلایق کہلاتے ہین -

اس صورت **دوم** کے **حاصل کرنے** کے اصول بہت ہین پر اِن سب کی اصل **اصول** چار خصلتین ہین - ان خصلتون کے التزام واختیار کرنیسے یہہ صورت سعادت انسان کو حاصل ہوتی ہے -

اول پاکیزگی و سُتہرائی جسکی حقیقت یہ ہی کہ انسان نجاستون سے (جنسی طبع کو تنفر و انقباض ہوتا ہے اور کس و ناکس انسے اجتناب رکہتا ہی) بدن و لباس کو پاک رکہی -

دوم اپنے خالق کی جناب مین فروتنی - اسکی حقیقت یہ ہی کہ خداوند واحد کی قدرت کی نشانیون اور صفتون مین غور و فکر عملمین لاوی - جس سی روح یا نفس ناطقہ کو خدا کی طرف میلان ہوتا ہے اور اسکے آگے حواس و اعضا جہک پڑتے ہین چنانچہ عاجز رعایا کو اپنے بادشاہ کی دربار مین ایسی حالت طاری ہوتی ہے -

سوم فراخ حوصلگی - اسکی حقیقت یہہ ہی کہ نفس (یا روح) قوای بہیمیت کا تابع نہ ہو رہے اسکا

رنگ اسپر نہ پڑے۔ جب نفس امور معاش کیطرف متوجہ ہو (مثلاً کسی عورت کا اشتیاق کرے یا کسی اور لذت مین پڑے) تو اس سی صرف اپنی ضرورت پوری کری جب اس سی فارغ ہو تو ایسا ہو جاے کہ گویا اس کام مین کبہی نہ تہا۔ ایسا نفس جب بدن سی مفارقت کرتا ہے نہایت انس و عمدہ عیش مین رہتا ہے۔ اپنے آپ مین ظلمانی و جسمانی لذات کے تعلق کا کچہہ اثر نہین پاتا۔ اس خصلت کے مقابلہ مین تنگ دلی و بخل کی خصلت ہی۔ جس نفس مین وہ خصلت ہو وہ ان جسمانی لذات مین منہمک ہو جاتا ہے اور وہ لذات اسمین ایسی موثر و متنقش ہو جاتی ہین جیسی کسی چیز پر مہر لگجاتی ہے۔

یہی وجہ ہی کہ فراخ حوصلہ لوگون کا اگر ظاہری نقصان ہو جاوی تو وہ اسکی پروا نہین کرتے اور تنگ دلون کا کچہہ جاتا رہی تو اسکے فراق مین مدہوش ہو جاتے۔

اس خصلت فراخ حوصلگی اور اسکے مقابل تنگدلی کے کئی نام و تعبیرات ہین جو بحسب موقع و محل استعمال کئے جاتے ہین۔ مال کے موقع پر ان خصلتون کو سخاوت و بخل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اشتہا شکم و شہوت نفس کے موقع پر انکو عفت و شہوت پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آرام و آسایش کے محل مین انکو صبر و بیقراری کہا جاتا ہے۔ مذہبی خیال سے ممنوع چیزون کے کرنے نہ کرنے کی نسبت انکا نام پرہیزگاری و بدکاری ہے۔

چہارم منصف مزاجی۔ یہہ ایک ایسی نفس کی صفت ہی جسکی سبب نفس سے ایسی افعال سرزد ہوتے ہین جن سے نظام بشری و تمدن بوجہ سہولت قایم رہی اور روح کی روحانیت زایل نہو اس صفت عدالت کی ضد ظلم ہے جس سی نظام بشری و تمدن تباہ ہو جاتا ہے اور انسان کی انسانیت مین فرق آجاتا ہے۔

یہ خصایل انسانی **فطرت** کے مناسب ہین اور فطرت انسان مین ان خصایل کا امادہ و ملکہ موجود ہے۔ ولیکن بعض لوگون کو انکی تحصیل یا تکمیل سے بعض امور داخلی یا خارجی مانع بہی ہو جاتے ہین اور یہہ امر بہی اسی فطرت سی تعلق رکہتا ہے۔

پھر انہی لوگون کے لئے اُن موانع کے دور کرنے اور ان خصایل کے حاصل یا کامل کرنیکے اسباب بھی موجود ہین اور یہہ امر بھی اسی فطرت سے ناشی ہے -

وہ موانع وحجاب بہت ہین **از انجملہ** ایک حجاب بطبیعت بہیمیت ہے جسمین وہ لوگ مبتلا ہوتے ہین جو رات دن لوازم بہیمیت کہانے - پینے - مادہ سے جفت ہونے وغیرہ جسمانی لذات مین مصروف رہتے ہین - اور انکے سبب وہ روحانی کمالات سے تعلق نہین رکھتے - **واز انجملہ** حجاب رسم و رواج زمانہ ہے جسمین وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت ان لوازم بہیمی ولذات جسمانی سے رہائی پاتے ہین اور اپنے کمال کو پہنچتے اور سعادت حقیقی کے حاصل کرنیکا قصد کرتے ہین مگر جب اپنے اپنے جنس کو انہی لوازم بہیمیت مین مصروف دیکھتے ہین تو انہی کے تابع ہو رہتے ہین وعلی ہذا القیاس -

اِن موانع کے دور کرنے اور ان خصایل کے حاصل یا کامل کرنیکے یہ **اسباب** ہین قوت عملیہ کو کام مین لانا اور یہہ سوچنا کہ انسان کیا چیز ہے اور اسکا کمال نوعی کیا ہے پھر اسکے مطابق علی تدبیر کرنا - لذات بہیمی کو اعتدال پر لانا - اور رسوم فاسدہ کو ضوابط نظام عالم کی کسوٹی پر لگانا - وعلی ہذا القیاس -

یہہ حقیقت وصفات انسانی کی تشریح ہے جس سے ایک جزء مقدمہ سابقہ کا اثبات ہوا - اور بخوبی معلوم ہوگیا کہ انسان کیا چیز ہے ؟ اور اسکی صفات کیا ہین جو اسکو اور حیوانات ونباتات وجمادات سے ممتاز کرتی ہین - جن کا خلاصہ عام فہم یہہ صفات ہین (۱) عالم دنیوی کے متعلق قواعد وضوابط بنانا (۲) ان قواعد کے مطابق دنیوی اسباب وسامان مہیا کرنا (۳) ان قواعد کے سیکھنے سکھانے مین ایک دوسرے سے تعلیم پانا (۴) اِن قواعد واسباب مین جسمانی تربیت کے ساتھہ روحانی اصلاح کا بھی لحاظ رکھنا (۵) خدا کی توحید وصفات کو جاننا (۶) اسکا حق اور اسکا طریق ادا کی پہچاننا (۷) خالق ومخلوق دونون کے معاملہ مین تہرائی فروتنی - فراخ حوصلگی - منصفی کا پابند رہنا (۸) علوم غیبی کا جسکو عقل وقیاس وہم نہ پہنچ سکے

(۹) ان صفات کی ضدون ونقیضون کا بہی محل ہونا (۱۰) اوران سے علمی وعملی تدبیرون سے بچ سکنا وعلی ہذا القیاس -

ان صفات کا انسان مین بالفعل یا بالقوہ پایا جانا (میری دانست مین) ایسا محسوس ومشاہد امر ہے جیسے آفتاب مین روشنی اور آگ مین جلانا - اور چرند حیوانات مین گہاس چارہ کہانا اور پرندون مین اڑنا وعلی ہذا القیاس -

کوئی انسان صاحب ہوش وحواس وصحت واعتدال انسان مین ان صفات کے موجود ہونے سے شک وانکار نہین کرسکتا - اور کوئی نہین کہہ سکتا کہ انسان مین بُری چیز (جسکو† وہ بُرا سمجہتا ہے) کے کرنیکا مادہ اوراس سے پاکی وستہرائی حاصل کرنیکی طاقت نہین - کوئی نہین کہہ سکتا کہ انسان مین ظلم کرنے اور کسی چیز (اپنے مال یا جان) کو بے محل (جسکو‡ وہ بے محل سمجہے) رکہنے کی قوت اوراس سے بچنے کی طاقت نہین ہے -

---

† اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ ممکن بلکہ واقعی امر ہے کہ بعض اشخاص بُری چیزون کو اچہا سمجہتے ہین مگر اُن کے نزدیک بہی کوئی نہ کوئی بُری چیز ہے مثلاً ہندو گوبر کو پوتر (یعنی پاک) سمجہتا ہے مگر بول وبراز انسانی کو تو وہ بہی بُرا سمجہتا ہے - شاید کوئی بن مانس ایسا بہی ہو جو اپنے بول وبراز کو بُرا نہ سمجہتا ہو - مگر کسی نہ کسی چیز کو وہ بہی بُرا سمجہتا اور نفرت کرتا ہوگا - وہ تو نام کا انسان ہے ہم حیوانات گائی - بہینس - گدہے - کتے کو دیکہتے ہین کہ جس گہاس یا چارہ یا اور کہانے کی چیز کو طبعاً بُرا سمجہتے ہین سونگ کر چہوڑ دیتے ہین اور ہماری مدعا کے اثبات کے لئے اسی قدر بس ہے -

---

‡ اسمین اسی قسم کا اشارہ ہے جو پہلے حاشیہ مین گذرا کہ اگرچہ بعض اشخاص کسی خاص چیز کو بے محل نہین سمجہتے مگر کسی نہ کسی چیز کو تو وہ بہی بے محل سمجہتے ہین -

جب ان روحانی صفات انسانی کا جو ظاہری آنکہہ سی دکہائی نہین دیتی ہین صرف چشم بصیرت سے نظر آتی ہین کوئی انکار نہین کر سکتا تو اسکی صفات مرئیہ و مشاہدہ سی کسیکو کہان گنجایش انکار ہے و مع ذلک کوئی انکے وجود سے انکاری ہوگا تو ہمکو ناچار و مجبور ہوکر کہنا پڑیگا کہ وہ حقیقی اور صحیح المزاج انسان نہین ہے گو ظاہراً صورت و لباس انسانی رکہتا ہے -

دوم تشریح نیکی و بدی

(بمعنی صفت* کمال و نقصان و مناسب و نامناسب باقتضائے فطرت انسانی)

تشریح اول مین ثابت ہوچکا ہے کہ انسان مین دو قسم کی صفات پائی جاتی ہین - **قسم اول** صفات بہیمی (یا حیوانی) جنمین انسان کے ساتہہ اور حیوانات و بہایم بہی شریک ہین - **قسم دوم** صفات ملکی (یا روحانی) جنکو انسان سے خصوصیت ہے - ان دونون قسم صفات کے مناسب و مخالف افعال و اشیا، جنکو بلحاظ اس مناسبت و مخالفت کے نیک و بد و مفید و مضر کہا جاسکتا ہے انسان کے لئے موجود ہین -

صفات بہیمی کے مناسب (نیک و مفید) وہ افعال و اشیاء ہین جنکی استعمال سی انسان کا مزاج طبعی درست رہی اور اسکی صحت و اعتدال مین فرق نہ آوے جیسی مناسب غذا (گوشت و روٹی) کہانا - آرام سے چلنا - بقدر مناسب سونا جاگنا و علی ہذا القیاس -

ان صفات کے مخالف (بد و مضر) وہ اشیاء ہین جنسی اسکا مزاج طبعی بگڑ جاوے صحت و اعتدال مین فرق آوے جیسی معمولی غذا قدر مناسب سی زیادہ یا زہر کہانا - کوٹہہ پر سے کود پڑنا - افراط سے جاگنا - و علی ہذا القیاس -

اس قسم کے افعال و اشیاء نیک و بد بلحاظ مناسبت و نامناسبت طبیعت اور حیوانات و بہایم مین بہی پائے جاتے ہین - چرندہ جانور گہاس دانہ کہائے تو اسکا مزاج طبعی درست رہتا ہے گوشت کہالے یا معمولی چارہ حد سے زیادہ کہالے تو اسکا مزاج طبعی فاسد ہوجاتا ہے - گوشت خور

* اس تفسیر و بیان معنی کی وجہ سابقاً نمبر ۸ جلد ۴ مین بصفحہ ۲۳۴ بیان ہوچکی ہے ناظرین اسمقام کیطرف مراجعت فرماوین

پرندے و درندے گوشت کہالین تو صحیح المزاج رہتی ہین - گہاس کہائین تو طبعی اعتدال سی خارج ہو جاتے ہین وعلی ہذا القیاس -

ایسا ہی بعینہ انسان کی ملکی (یا روحانی) صفات کا حال ہے ملکیت (یا روحانیت) کے مناسب (نیک و مفید) وہ افعال واشیا ہین جنسے انسان کا روحانی مزاج قایم و معتدل رہے - اسکی مخالف (بد و مضر) وہ افعال واشیا ہیں جنسے وہ مزاج بگڑ جاوے اور انمین انسان ملکیتہ کو بہیمیت کے تابع کردے -

اِن دونون قسم کے افعال (موافق و مخالف روحانیت) کی کسیقدر تشریح ضمناً پہلے بہی ہو چکی ہی اِس مقام مین اور بہی تشریح کیجاتی ہے -

(۱) انسان کا اپنے خالق کو ماننا (۲) اُسکی ذات و صفات مین غیر کو شریک یا نظیر نہ جاننا (۳) کسی نہ کسی طریق سے اسکا حق احسان و شکر بہ نعمت ادا کرنا (۴) اپنے ابنائے جنس سے ہمدردی و سلوک سی پیش آنا - (۵) اُنکی جان و مال سے بیوجہہ و بلا استحقاق تعرض نہ کرنا ناحق خون - زنا - چوری - زبردستی - دہوکہ بازی نکرنا - اِس قسم کے افعال ہین کہ ان سی انسان کی صحت روحانی قایم رہتی ہے اور ان افعال کے برخلاف وجود خالق سے انکار کرنا - اُسکی ذات یا صفات مین کسیکو شریک جاننا - کسی نوع کا اسکا حق احسان نہ ماننا - اپنی ابنای جنس سے بظلم و تعدی پیش آنا - بلا وجہ کسیکو مار ڈالنا - بلا استرضا اور بدون کسی استحقاق و قانون کے کسی

+ اِس بیان کو کوئی بیان نمبر ۸ جلد ۲ اشاعۃ السنہ کے متناقض و مخالف نہ سمجہی وہان شکر محسن کا وجوب شرعی عقل ثابت نہ ہونا - اور فطرت سی اسکا ثبوت نہ ملنا بیان کیا گیا ہے - اس مقام مین شکر کا وجوب فطرتی فطرت انسانی سی ثابت کیا جاتا ہے جس سی صرف یہہ مقصود ہی کہ یہہ شکر نعمت فطرت انسانی کے لئی مناسب ہے جیسی چہری کے لئی کاٹنا فطرۃً مناسب ہی آگے اسمین یہہ ادعا نہین ہی کہ اس شکر و ناشکری پر کوئی جزا و سزا اخروی و رضا و عتاب الہی بھی اسی فطرت انسانی سے ثابت ہو جاتی ہی جسکا قبل ورود شرع صرف فطرت سی ثابت ہونا محال ہے پس اُس بیان اور اس بیان مین کوئی تعارض و تناقض نہین ہی -

عورت سے دست اندازی کرنا بلا وجہ کسی کا مال بالینا۔ دغا فریب کرنا۔ ایسے افعال ہین جنسے مزاج ملکی (یا دماغی) انسان کا فاسد ہوجاتا ہے۔

اس امر کا علم و یقین پیدائش و صفات انسانی کا جمادات و نباتات و حیوانات کی پیدائش و صفات پر قیاس و مقابلہ کرنیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

انسان کو خدا تعالی نے اپنے وجود کا علم دیا ہے اور ادائے شکر احسان کے لایق کیا ہے اور قوانین حسن معاشرت کے اصول و قواعد بنانے اور اسپر چلنیکا ملکہ و مادہ عطا فرمایا ہے جن سب امور سے حیوانات و نباتات وغیرہ خالی ہین تو پھر انمین کیونکر شک کیا جاسکتا ہے کہ انسان کے لئے خالق محسن کا حق شکر نعمت ادا کرنا اور اسکے وجود کا اقراری ہونا اور قواعد تمدن و حسن معاشرت کا پابند رہنا روحانیت انسان کے لئے مناسب نہین ہے۔

جب کسی چیز کو کسی خاص ہیئت و صفت پر دیکھا جاتا ہے تو اس ہیئت و صفت کے مناسب اس چیز سے کام لینا اس چیز کے لئے مناسب سمجھا جاتا ہے مثلاً (۱) لوہے کو اگر بشکل تلوار یا چھرے کے دیکھا جاتا ہے تو اسکے لئے کاٹنا مناسب سمجھا جاتا ہے سوئی کی صورت مین ہو تو اُس سے سینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ توے کی صورت مین ہو تو اس پر روٹی پکانا مناسب نظر آتا ہے۔ پھر جن صفات پر انسان کو دیکھا جاتا ہے ان صفات کے لایق انسان کا کام کرنا کیونکر مناسب اور بلحاظ فطرت انسان نیک و مفید نہین ہے۔

(۲) جو حیوانات گیدڑون کی طرح بلا توالد و تناسل پیدا ہوتے ہین ان کے لئے صرف غذا کا طالب ہونا مناسب نظر آتا ہے۔ اسکے سوائے کوئی گھر۔ کھونسلہ۔ بل بنانا نر کا مادہ کو خاص کر لینا ضروری معلوم نہین ہوتا۔ اور جو جانور جفت ہوکر انڈے۔ بچے دیتے ہین اور انکو پالتے ہین اُن کے لئے یہہ کام مناسب نظر آتے ہین کہ وہ ایک نر و مادہ باہم اتفاق کرین اور اپنے لئے ایک کھونسلہ بنا دین پھر انڈون سے بچے نکالین پھر انکے لئے دانہ تلاش کرکے لاوین۔ اور جس حالت مین انسان مین یہہ صفت توالد و تناسل موجود ہے تو پھر کیا اسکے لئے کوئی گھر جو بنانا اور کوئی جورو مقرر کر لینا

اور اپنے بچون کو پالنا اور ان کا مون کے لئے اسباب و اصول مقرر کرلینا مناسب نہین ہے۔

(۳) اگر حیوانات وطیور جس مادہ کی طرف رجوع کرتے ہین اگر اسکی طرف دوسرا نر رجوع ہوجاتا ہے تو وہ اسپر غیرت کرتے ہین اور اس سے لڑتے اور کاٹتے ہین پھر جو غالب و زور آور ہوتا ہے وہ اس مادہ پر قابو پاتا ہے۔ اور اگر انکی جگہہ یا کھونسلے یا انکے متعلقین سے کوئی دوسرا حیوان وطیور مزاحمت کرنا چاہتا ہے تو وہ بشرط قدرت و طاقت انکی حمایت مین اس سے مزاحمت کرتے ہین حضرت انسان ان سب باتون مین ان سب حیوانات وطیور سے بڑھکر ہے۔ عورت ایسی چاہتا ہے جسکی طرف دوسرا شخص نگاہ بھی نکرے۔ گھر ایسا چاہتا ہے جسمین کوئی مداخلت کرسکے نہ پاوے۔ اپنے گھر۔ جان۔ مال اولاد کی ایسی حفاظت چاہتا ہے کہ انکی طرف کوئی بری نگاہ سے نہ دیکھے۔ پھر کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ انسان کے لئے اپنے جان و مال۔ جورو۔ بچون مکان کو مزاحمت غیر سے بچانا اور اس مزاحمت کے روکنے کے لئے قوانین ازدواج۔ حدود۔ قصاص و معاملات مقرر کرنا۔ اور انپر طریق معاشرت مین ان قوانین کا پابند رہنا روحانیت انسان کے لئے مفید اور مناسب نہین ہے۔ اور ان قوانین کے برخلاف جس عورت کو چاہتا کام مین لانا۔ جسکے مال کو پسند کرتا وہ لینا۔ جس چیز کو چاہتا مار ڈالنا روحانیت انسان کے مخالف و مضر نہین ہے۔ ایسا خیال کرنا کمال نا انصافی ہے۔ اور اسمین انسان کو جمادات و حیوانات سے بھی ردی اور نکما ٹھہرانا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ انسان کی صفات بہیمی و روحانی دونون کی مناسب و نامناسب افعال و اشیا جنکو بنظر اس طبعی و فطرتی مناسبت و مخالفت کے نیک و بد کہا جاسکتا ہے موجود ہین و ہو المدعا۔

چند اعتراض اور انکے جوابات

ہمارے اس بیان کو پڑھ سنکر کوئی یہہ تو نہین کہہ سکتا کہ ملکی یا روحانی صفتین (جو بیان ہوئی ہین) انسان مین بالفعل یا بالقوہ پائی نہین جاتی۔ یا ان صفات کے مناسب و نامناسب افعال (نیک و بد) انسان مین موجود نہین۔ یہہ کہنا ایسا ہی جیسے آفتاب کی روشنی اور آگ کی گرمی سے

انکار کرنا جو بجز سوفسطائی منکر حقایق اشیا کسی سے متصور نہین ہے اور سوفسطائی سے اسمقام ہمکو بحث نہین -

(۱) ہان شاید کوئی منکر نبوت و مذاہب یہ اعتراض کرے کہ یہہ روحانی صفات اور انکے مناسب و نامناسب افعال نیک و بد فطرتی (مقتضای و داخل فطرت انسانی) نہین بلکہ تعلیمی (تعلیم و تربیت کے نتائج) ہین بعض لوگون نے اپنی عقل یا کسی مذہب کی تقلید سے بعض امور کو اچھا ٹہرایا ہے بعض کو برا - عام لوگون نے انکی تجویز و تعلیم کو مان لیا - عدالت کو اچھا سمجھا ظلم کو برا - عفت کو بہتر جانا - زنا کو بدتر -

اصل فطرت انسانی مین ان امور کو اسی طرح جاننا اور ان کے موافق عملدرآمد رکہنا داخل ہوتا تو ہر کسیکو بلا تعلیم و تعلم انکا علم و عمل حاصل ہوتا - بن سکہائے ہر کوئی خدا کی عبادت کرتا - بن بتائے زنا کو برا جانتا - جیسے اور امور طبعی (سانس لینا ہنسنا رونا - چہینکنا - سونا - جاگنا - آنکھ کھولنا) بن سکہائے ہر کوئی جانتا ہے - مگر ہم صاف دیکہتے ہین کہ کوئی انسان ان روحانی باتون کو بن سکہائے نہین جانتا - اگر آدمی کے بچہ کو پیدا ہوتے کے ساتہہ ہی کسی جنگل مین چہوڑ دیا جاوے اور کوئی اسکو تعلیم نہ کرے تو وہ ان باتون سے بہایم سے بڑہکر نسبت نہ رکہے - اس سے معلوم ہوا کہ یہہ صفات اور اسکے مناسب و نامناسب افعال تعلیمی ہین فطرتی نہین -

(۲) اور اگر یہہ صفات فطرتی ہین تو پہر نبوت و ہدایت عبث ہے - جنکی فطرت مین یہہ روحانی صفات ہین وہ خود بخود اپنے مقتضاے فطرت پر چلین گے اور نیک کام کرینگے - اور جنکی فطرت مین ان صفات کے برخلاف (بہیمی یا حیوانی یا شہوانی) صفات داخل ہین وہ ضرور ان ہی صفات کے مقتضاے پر چلین گے اور ان کے برخلاف کسیکی ہدایت و نصیحت کو ہرگز نہ سنین گے -

(۳) اور نیز اس تقدیر پر اگر دعوت و تعلیمات انبیاء ان امور فطرتی کے موافق ہے تو اس دعوت کے لئے بعثت و نبوت تحصیل حاصل ہے - جو بات کسی کی فطرتی ہوتی ہے اسکی تعلیم و تاکید کی کیا حاجت ہی اور اگر دعوت و تعلیمات انبیاء ان امور کے مخالف ہین تو نہ کسیکا عمل کرنا کیونکر ممکن ہے

پس بعثت و نبوت سے نتیجہ و فایدہ کیا ہے؟

پہلے اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ اگر یہہ صفات و افعال انسان کے لئے فطرتی نہ ہوتے تو تعلیم سے انسان کے لئے انکا حصول کب ممکن تہا۔ جسکی فطرت مین ایک کام کی صلاحیت و لیاقت نہین ہوتی اسمین تعلیم کیا اثر کرتی ہے۔ دیکہو فطرت انسانی مین اُڑنے کی صلاحیت نہین تو وہ تعلیم سے کب اُڑ سکتا ہے۔ جانورون کی فطرت مین لکہنا نہین تو وہ سکہانے سے کب لکہ سکتے ہین۔ بندر و ریچہ تعلیم سے انسانی حرکات اسلئے کرتے ہین کہ انکی فطرت اس امر کے لایق ہے طوطا سکہانیسے انسانی الفاظ اسلئے بولتا ہے کہ یہہ امر اسکی فطرت مین داخل ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیکہنے سکہانے سے ایک چیز کا حاصل ہونا عین اس امر کی دلیل ہے کہ اس چیز کا حصول سیکہنے والے کی فطرت مین داخل ہے۔ اور اگر فطرتی صلاحیت و لیاقت کا تعلیمی امور کے حصول مین دخل نہ ہوتا تو تعلیم سے ہر قسم مخلوق کو ہر چیز کا علم و عمل حاصل ہوتا انسان اُڑتا اور درخت کلام کرتا۔ وعلی ہذا القیاس

اور **معترض** کا یہہ **کہنا** (کہ یہہ امور فطرتی نہین **تعلیمی** ہین) معلوم نہین کیا معنی و مراد رکہتا ہے اگر اس سے **یہہ مراد** ہے کہ **تعلیم** ان امور کے وجود کی **مثبت** ہے یعنے واقعی اور نفس الامر مین ان امور کا انسان مین وجود نہین۔ تعلیم نے برخلاف واقع ان چیزون کا وجود قائم کر دیا ہے اور کسی چیز کو نیک کسیکو بد ٹہرا دیا ہے **تو اسکا باطل ہونا** ہم تقریر اعتراض سے پہلے ظاہر کر چکے ہین اور بیان کر آئے ہین کہ یہہ سوفسطائیون کا خیال ہے جو حقایق موجودہ اور انکے خواص و تاثیرات مشاہدہ کے منکر ہین اور یہہ کہنا ایسا ہے جیسے یہہ کہنا کہ آفتاب روشن نہین اور آگ گرم نہین جو اس مقام اثبات نبوت مین لایق تعرض و جواب نہین ہے۔

اور اگر اس سے **یہہ مراد** ہے کہ **تعلیم** ان امور کے وجود کی **مظہر** ہے یعنی وجود تو ان اشیا کا واقعی ہے مگر اسکا اظہار تعلیم نے کیا ہے۔ تسلیم نہ ہوتی تو ان چیزون کو اکثر لوگ نہ جانتے تو ان معنی ان امور کا تعلیمی ہونا فطرتی ہونے کے مخالف و منافی نہین ہے۔ تعلیم عین موافق

ومطابق فطرت واقع ہوئی ہے فطرت انسانی کا عین منشا ومقتضا یہی ہے کہ ان صفات وافعال کا حصول† انسان کو تعلیم سے ہو نہ یہہ کہ بدون تعلیم وتعلم ہر کسیکو یہہ صفات وافعال حاصل ہوجائین۔

اور معترض کا یہہ کہنا کہ (اگر ان امور کا علم وعمل فطرتی ہوتا تو بلا تعلم ہر کسیکو حاصل ہوجاتا جیسے اور امور طبعی کا حال ہے) وہم واشتباہ سے ناشی ہے۔ بیشک خاص وہ امور طبعی‡ جو صرف طبیعت سے پیدا ہوتے ہین۔ خارج سے انکو تعلق نہین ہے انسان وغیرہ حیوانات کو بلا تعلیم وتعلم حاصل ہوتے ہین مگر عام امور فطرتی جنکا صدور صرف طبیعت سے نہین ہوتا اور انکا وجود اسباب خارجی (کہ ازانجملہ تعلیم بھی ہے) پر موقوف ہے۔ انسان کو خود بخود بدون تعلیم وغیرہ اسباب کے حاصل نہین ہوتے۔ انکو فطرتی کہنا اس معنی کر ہے کہ فطرت انسانی مین ان امور کے حصول کا (ان اسباب سے جو اسکے لایق ہین) مادہ وملکہ ہے نہ ان معنے کر کہ فطرت انسانی بدون اسباب خارجی انکے وجود کے لئے کافی ہے۔

† پہر یہہ بات کہ وہ تعلیم (جو واقعی صفات وافعال نیک وبد کی مظہر ہے) تمام جہان مین عقل سے ہوئی ہے یا مذہب سے اسکا تصفیہ ہم قبل اثبات نبوت کرنا نہین چاہتے۔ اسمین ہمارا خیال یہی ہے کہ اصل اصول جملہ علوم وکمالات کا (جنکے لئے صرف طبیعت کافی نہین) الہام ہے۔ عقل اس الہام کے سمجھنے اور اس سے نتائج نکالنے اور اس سے استنباط کرنیکا آلہ ہے جیسے دوربین کے لئے آنکھہ۔ خداوند خالق عالم نے سب سے پہلے انسان کو اسی الہام سے سب کچھہ سکھایا پہر بہی وقتاً فوقتاً اسی الہام کے ذریعہ سے اپنے بندون پر علوم کا القا کیا۔ انہی لوگون سے اصل اصول علوم کو عام لوگون نے حاصل کیا۔ پہر خواہ اسپر بہت کچھہ بڑہایا یا کچھہ گھٹایا۔ اسکا پورا فیصلہ ہم تقرر اثبات نبوت مین ہوگا۔

‡ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۳ مین ایسی ہی امور طبعی کے نسبت کہا گیا ہے کہ انکا حصول کسب وتعلیم سے نہین ہوتا جس امر کی وہان بحث ہی اسکی نسبت خصم کا یہی ادعا تہا کہ اسکا صدور صرف طبیعت سے ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

انسان کے اکثر امور و صفات فطرتی اس قسم کے ہین کہ بدون تعلیم اسکو حاصل نہین ہوتے اسی نظر سے انسان کو مدنی الطبع کہا گیا ہے اور جو امور طبعی انسان کو بلا تعلیم و تعلم حاصل ہوتے ہین وہ نہایت قلیل و محدود ہین جنمین انسان کے ساتھہ اور بہایم بہی شریک ہین (جیسے کہانا - پینا - سونا - جاگنا - فضلات (بول و براز) کا دفع کرنا وعلی ہذا القیاس)

ان روحانی صفات اور ان کے مناسب افعال سے معترض نظر اٹہا کر اور امور عقلی (جن کے سبب وہ انسان کو بہایم پر فوقیت دیتا ہے اور انکو داخل یا لوازم فطرت انسانی سمجہتا ہے) کیطرف غور سے دیکہے پہر انصاف سی کہے کہ ان امور سے کسی امر کو انسان بدون تعلیم و تعلم حاصل کر سکتا ہی کوئی بلا تعلیم منطق یا علم ہیئت پڑہ سکتا ہے؟ کوئی بلا تعلیم جوتا سینا جانتا ہے؟ کوئی بلا تعلیم گہڑی بنا سکتا ہے؟ وعلی ہذا القیاس - جب انسان کے سبہی عقلی کمالات کا یہہ حال تو خاصکر روحانی صفات اور اسکے موافق افعال کا تعلیم سے حاصل ہونا کیونکر محل اعتراض ہو سکتا ہی

اسی[2] جواب مین معترض کے **اعتراض دوم** (کہ اگر یہہ صفات فطرتی ہین تو نبوت و ہدایت عبث ہے) کا **جواب** بہی ادا ہوا - اسمین بیان ہو چکا ہے کہ فطرت کے یہہ معنی نہین کہ ان صفات و افعال کے وجود کے لیے صرف فطرت انسانی بلا اسباب خارجی کافی ہے اور سابقاً بصفحہ ۲ بیان ہو چکا ہے کہ ملکیہ و بہیمیہ کے لوگون کی فطرت مین داخل ہونے سے لازم نہین آتا کہ لوگ ان صفات کی مناسب کام کرنے مین مجبور ہین اور بصفحہ[4] بیان ہوا ہے کہ اصول سعادت کا حصول و زوال و نقصان و کمال اسباب و وسایل سے ہو سکتا ہے اور یہہ امر بہی عین مقتضائی فطرت ہی اس بات سی معترض کا اعتراض دوم باطل ہوتا ہے اور صاف بتاتا ہے کہ لوگون کو اپنی فطرت کے مقتضاء پر چلنا یا نہ چلنا اسباب خارجی سے تعلق رکہتا ہے جس کے سبب انکی فطری بہیمیت کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۵

خارج سے نہین - اسکے جواب مین کہا گیا تہا کہ اگر وہ ایسا امر ہے تو چاہئے کہ اسمین تعلیم کو دخل نہ ہو حالانکہ وہ امر بڑی مشقت و تکلیف سی حاصل ہوا ہے - اس سی ثابت ہوا کہ وہ محض طبعی نہین ہی پس کوئی ناواقف اسجگہ کے بیان کو اسمقام کے بیان کے مخالف نہ سمجہے -

بقیہ مضمون نمبر۳

(ہندوستان کے حدیث پر عمل کرنیوالے وہابی نہین)

لائق توجہ گورنمنٹ

تو اس وقت یہہ بات بھی تسلیم کیجاوینگی کہ خود سوات کے پاس جہاد کے واسطے پیسہ جاتا تھا۔

یہہ ہے ہندوستانی وہابیونکی گویا تاریخ بیان کی ہے اور مین درخواست کرتا ہون کہ جب وہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کی نسبت میری رائے کو پڑہین تو وہ اس مختصر تاریخ کا ضرور خیال رکہین مین یقین کرتا ہون کہ میرے اس مضمون سے یہہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ ہندوستان کے وہابیون کا وہ جہاد جسکو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ انگریزی کے متعلق بیان کیا ہے صرف سکہون کے مغلوب کرنے کے واسطے ہوا تھا۔ اور گو باغیون کی اس جماعت نے جو مقام ملکا وستانا مین رہتے تہے ۱۸۵۷ء کے بعد ہماری گورنمنٹ کو کسی قسم کی تکلیف دی ہو لیکن سرحد کی جماعت کو جس مین ہندو اور مسلمان دونون شریک ہون ہرگز جہادیون کی جماعت نہین کہہ سکتے جب ہم ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کو پڑہتے ہین تو ہم اسکے اول ہی صفحہ مین یہہ فقرہ درج پاتے ہین کئی سال سے ہماری سرحد پر باغیون کی ایک جماعت نے شورش مچا رکہی ہے اور اکثر اوقات وہان کے اکثر گروہون نے ہمارے لشکر پر اگر حملہ کیا ہے اور دیہات مین آگ لگا دی اور ہماری رعایا کو قتل کیا چنانچہ ہماری فوج کو انکی یورش کی وجہ تین مرتبہ سرحد پر بڑی لڑائیون مین جانا پڑا۔ پس ڈاکٹر صاحب کی یہہ تحریر نہایت لطف کی ہے کیونکہ اسکے مطالب کو ان الفاظ

سے مزین اور مستحکم کیا ہے - باغیون کی جماعت" - متعصب گروہون" لیکن ہمارے مضمون کے ایسے پڑہنے والے جو تعصبات سے بری ہین فوراً ڈاکٹر صاحب سے یہہ بات دریافت کرینگے کہ اس جماعت سے صاحب موصوف کن لوگون کو مراد لیتے ہین اگر صاحب موصوف اس جماعت سے اُن وہابیون کی طرف اشارہ کرتے ہین جو سکھون پر جہاد کرنے کے واسطے سرحد پر سکونت پذیر ہوے تھے - تو مین ابھی کہہ چکا ہون کہ یہہ بیان محض بے اصل ہے اور اگر انکی مراد اس جماعت سے وہ لوگ ہین جو ۱۸۵۷ء کے بعد ملکا اور ستانا مین جا رہے تھے جنمین ہندو اور مسلمان دونون شامل تھے تو اس صورت مین ڈاکٹر صاحب کے اس سوال کا کیا مطلب ہوگا کہ کیا ہندوستان کے مسلمانون پر اپنے مذہب کے رو سے ملکہ معظمہ پر جہاد کرنا فرض ہے ؟ کیونکہ ان لوگون کے فتنہ و فساد کو اس سے کیا تعلق ہوگا - ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب کے اول صفحہ مین لکھتے ہین کہ بارہا سرکاری تحقیقاتون سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے تمام اضلاع مین سازش و فساد کا گویا جال پھیل رہا ہے اور پنجاب سے آگے جو پہاڑ برف سے ڈھکے ہوے ہین وہان سے لیکر اُن گرم میدانون تک جنمین سے گذر کر دریاے گنگ سمندر مین گرتا ہے برابر باغی لوگ بستے ہین اور سرکاری رہستون سے برابر دو ہزار میل تک یہہ لوگ روپیہ اور آدمی منزل بمنزل باغیون کے لشکر مین بھیجتے ہین اور اس سازش مین اکثر دولتمند اور تیز فہم لوگ بھی شریک ہین مگر وہ اپنے روپیہ کو بڑے انتظام اور ہوشیاری سے روانہ کرتے ہین پس ایسے امور کے لحاظ سے گویا اب بغاوت کا نہایت خوفناک کام بمنزلہ ایک ساہوکاری کے ہوگیا ہے" پس اس فقرہ کے دیکھنے سے اور جو فقرہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کے آغاز مین لکھا ہے اس کے دیکھنے سے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہہ سازش بنگالہ کے مسلمانون نے انگریزی حکومت کے تہ و بالا کرنے کے واسطے علانیہ تمام ہندوستان کے مسلمانون کے ساتھہ کی ہوگی حالانکہ میری دانست مین ڈاکٹر صاحب

بہی اس بات کو تسلیم کرینگے کہ یہہ سازش بغاوت کے علاوہ اور امور مین بہی ہوسکتی ہے - کیونکہ میری اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی دونونکی رای مین اب یہہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہندوستان مین کبہی سکہون پر حملہ کرنیکے واسطے بہی یہہ سازش ہوئی تہی - پس اس سازش کو گورنمنٹ ہند کے مطالب کے برخلاف بیان کرنا اور اُسکے سبب سے تمام فرقہ اہل اسلام کی جانب سے عام لوگون کو بدظن کرنا ہرگز بجا نہین معلوم ہوتا -

{ اسکے بعد ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس قول کا جواب تہا جس مین انہون نے بعض سرکاری خواہ اخبار نویس مسلمانون پر کچہہ حرف گیری کی تہی ہمنے اُسکو سرحدی بیان سے اجنبی سمجہکر نقل نہین کیا }

صفحہ ۱۲ مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اُن باغیون کا ذکر کیا ہے جو سرحد پر رہتے ہین اور اُنہی کے ذیل مین سید احمد صاحب کے بہی حالات بیان کئے ہین اور جسطرح پر وہابیت کے مخالفون نے مذاق سے یہہ کہدیا تہا کہ سید احمد صاحب گویا ایک پیغمبر ہین اور اُنکے فلان شخص چار خلیفہ ہین اسیطرح ڈاکٹر صاحب نے بہی اُنکو پیغمبر لکہا ہے - اور صفحہ ۱۳ مین بیان کیا ہے "سید صاحب نے اپنے گماشتے اسواسطے مقرر کردے تہے کہ جو بڑے بڑے قصبے اُنکے راہ مین واقع تہے وہان جاکر وہ لوگ تجارت کے منافع مین سے اپنا ایک محصول لیا کرین" مگر ہماری دانست مین ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کے واسطے کچہہ سند نہین ہے - صفحہ ۱۴ مین ڈاکٹر صاحب لکہتے ہین کہ "سید احمد صاحب نے اِن خلیفون کے دنیوی طمع کو اپنی لوٹ گہسوٹ کے بڑے بڑے وعدون پر بہت کچہہ بڑہا رکہا تہا اور اُن کے عقیدے کو اس بات پر پکا کردیا تہا کہ مجہکو خداوند تعالے نے تمام کفار یعنی سکہون سے لیکر چین والون تک نیست و نابود کرنے کا حکم دیا ہے" ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے بیان کو مطابق کرتے ہین تو ہمکو چین والون کا کہین پتہ بہی نہین ملتا - پس امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب ہمکو ازراہ مہربانی ضرور مطلع فرمائینگے - کہ اُنہون نے چین والون کا ذکر کہان سے لیا ہے اور اسکی کیا سند ہے - صفحہ ۱۵ مین ڈاکٹر صاحب موصوف بیان فرماتے ہین "شمالی ہندوستان

کے اُن سردارون اور راجاؤن نے جو دل مین کچھہ ناراض تھے برابر سید احمد صاحب کے لشکر کو فوجین بھیجی تھین" اگر ڈاکٹر صاحب اس مقام پر اپنا مطلب زیادہ وضاحت کے ساتھہ بیان کرتے تو نہائیت مناسب ہوتا۔ کیونکہ اس فقرہ سے کسی شخص کو صاف صاف یہہ بات نہین سمجھہ مین آتی کہ یہہ ناراض سردار کون تھے۔ اور وہ کس سے ناراض تھے علاوہ اسکے جو ماجرا کوہ ہمالیہ مین واقع ہوا تھا اُسکے بیان مین صاحب موصوف نے اپنی قوت متخیلہ سے زیادہ کام لیا ہے اور اسکے بعد فقرہ ذیل مین اُس سے بھی کچھہ زیادہ خیال بندی فرمائی ہے "سید احمد صاحب نے جو خلیفہ ۱۸۲۱ء مین مقام پٹنہ معین کئے تھے ان مین سے دو شخص سرحد کی جانب گئے اور اُنہون نے وہان جاکر اس بات کو لوگون کے خوب ذہن نشین کیا کہ سید احمد صاحب نے انتقال نہین فرمایا بلکہ وہ صرف بطور کرامت غائب ہو گئے ہین آئندہ کسی مناسب وقت مین ایک ملکوتی فوج لیکر ظاہر ہونگے اور ہندوستان سے کفار کو نکال دینگے" یہہ بیان محض افترا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس بیان کو وہابیون کے ساتوین† عقیدہ کے اس معنی کی تصدیق کے واسطے درج کیا ہے جو اُنہون نے اپنی طرف سے بیان فرمائے ہین شاید ڈاکٹر صاحب نے یہہ بات کسی ایسے شخص کی زبانی سُنی ہوگی جو وہابیون کے مخالف عقیدہ رکھتا ہوگا یا وہابیون پر جھوٹھا الزام لگانیکے واسطے آمادہ ہوگا کیسی افسوس کی بات ہے

† وہ عقیدہ یہہ ہے۔ جو آنریبل صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۹ مین ڈاکٹر صاحب سے نقل کیا ہے۔ ہفتم مرشد کامل کی اطاعت کرنا" پھر بصفحہ ۱۰ کہا ہے کہ "مین نہین سمجھتا کہ مرشد کی لفظ سے جو ساتوین مسئلہ مین بیان ہوا ہی مصنف موصوف کی کیا مراد ہے۔ اگر اس سے انکی مراد ایمان کی رہنما ہی تو یہہ انکی غلطی ہے کیونکہ تیسرے مسئلہ کی موجب انپر بلا سمجھی سوچی کسی مرشد کی اطاعت کرنا فرض نہین ہے اگر انکی مراد اس سے بادشاہ مذہب اسلام سی ہے تو انکا بیان صحیح ہے۔ مگر صاحب موصوف ایک بات کا بیان کرنا بھول گئی ہین وہ یہہ ہے کہ جب تک کوئی کافر بادشاہ مسلمانون کی مذہب مین دست اندازی نکرے اُسوقت تک اُنپر اس کافر کی اطاعت کرنا فرض ہے۔

کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب مین مسلمانون کے عقاید بیان کرنے مین نہایت پوچ باتون پر بھروسہ کیا ہے اور ایک ایسے عالم نے جس ظلمت و نور مین امتیاز نہین کی جسکے سبب سے اسکی ہوشیاری مین بڑا شائبہ لگتا ہے ایک اور فقرہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب مین ایسا لکھا ہے کہ جو انگریز اپنی رعایا کے دلونمین اپنی محبت کا تخم بونا چاہتے ہین وہ ہرگز ایسے فقرہ کو نہ لکھین گے جس سے اونکی مطلب مین خلل پڑتا ہے وہ فقرہ یہہ ہے "ہر ایک مسلمان نے جو اسقدر سرگرم تھا کہ عیسائی گورنمنٹ کے عہد مین خاموش نہین رہ سکتا تھا اپنی کمر باندھی اور ستانا کے لشکر مین جانے کو مستعد ہوا" پس تمام ایسے مسلمانون کی نسبت جو ہندوستان مین چپ چاپ بیٹھے تھے یہہ کیسی عام تہمت ہے معلوم ہوتا ہے شائد ڈاکٹر صاحب اس بات سے واقف نہین ہے کہ مسلمانون کے مذہب مین خصوصاً وہابیون کے عقاید کے موافق اس باب مین کیا ہدایت ہے یا شائد ڈاکٹر صاحب دیدہ اور دانستہ ان کی معنی غلط بیان کرتے ہین وہابی لوگ اپنے رسول کے احکام کی سچی سچی اطاعت کرتے ہین اور یہہ بات مشہور ہے کہ جب آنحضرت کے زمانہ مین مکہ کے مسلمانون کو اذیت پہونچی تو آنحضرت نے اپنے پکے پیرؤن کو حکم دیا کہ وہ حبش کے عیسائی سلطنت مین جاکر پناہ لین پس اب یہہ بات کہنا کہ پکے مسلمان انگریزی سلطنت مین خاموش نہین رہ سکتے تھے اور سرحد پر جانا چاہتے تھے محض افترا ہے کیا ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے نزدیک جو مسلمان ہندوستان مین باقی رہے تھے انمین کوئی بھی پکا مسلمان نہ تھا یعنے یہہ بیان کیا تھا کہ جو لوگ جہاد کے واسطے سرحد پر جمع ہوئے تھے وہ گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنا نہین چاہتے تھے چنانچہ میرے اس بیان کی تصدیق ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی اس تحریر سے ہوتی ہے جو انکی کتاب کے صفحہ ۳۲ مین موجود ہے وہ لکھتے ہین کہ "اسی سال یعنی ۱۸۶۳ء مین انہونے ہمارے ایک رفیق یعنے ریاست امب کے سردار پر حملہ کیا جسکے سبب سے انگریزی فوج کا روانہ کرنا ضرور معلوم ہوا" بعد اسکے ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "مین ان زیادتیون اور لوٹ

گہسوٹ اور قتل وقتال کا مفصل ذکر نہین کرتا جنکے باعث سے ۱۸۵۸ء مین گورنمنٹ انگریزی
کو سرحد کی قومون سے لڑنا پڑا اور اُس عرصہ مین سرحد کی قومون کو ہمیشہ متعصب مسلمانون نے
گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت پر برانگیختہ رکھا" پس مین پوچہتا ہون کہ ڈاکٹر صاحب اپنے
اس بیان کی سند کیا رکہتے ہین اور انکو کیسے معلوم ہوا کہ سرحد کی قومون کی یہہ دایمی مخالفت
متعصب مسلمانون کے برانگیختہ کرنیسے تہی اگر صاحب موصوف نے اپنے اس خیال کو اس
بنا پر پیدا کیا ہے کہ سرحد کی قومین سیکڑون برس سے ان لوگون کے ساتہہ جنگ و پرخاش
رکہتی تہین جو انکے متصل رہتے تھے تو میری دانست مین صاحب موصوف کی جانب سے
ہمارے مسلمانون پر ناحق کی تہمت ہے اور مجہکو اسکے سبب سے سخت حیرت ہے کیونکہ وہ
قومین تو خود ہی اسقدر جنگجو اور پُرکینہ ہین کہ انکو کسیکی ترغیب و تحریک کی ضرورت ہی نہین
ہے اسکے بعد صاحب موصوف لکہتے ہین کہ "اُس عرصہ مین یعنی ۱۸۵۷ء مین اُن باغیون نے
جو ستانا مین تہے بنظر دانشمندی یہہ کام کیا کہ خود تو سرکاری فوج سے علانیہ مقابل نہوئے
مگر درپردہ سرحد کی قومونکے دلونمین جوش و خروش پیدا کرتے رہے اور متعصبانہ اثر اُن
کی طبیعتونمین ڈالتے رہے" مگر اُنکے اس بیان سے میرے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے
کہ جس جہاد کا منصوبہ ہندوستان مین ہوا تہا وہ سکہونکی نسبت تہا گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کے
واسطے نہ تہا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جو لوگ مذہبی جوش کے پیدا کرنیمین ایسے سرگرم تہے کہ وہ اپنے
جوش مین آکر سکہون سے لڑتے تھے دس برس تک گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنیسے باز
نہ رہتے اور یہہ ایک ایسی بات ہے جسکو میری دانست مین سب لوگ تسلیم کرینگے مگر ڈاکٹر ہنٹر
صاحب اس قابل تسلیم بات سے اسلئے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہین کہ اسکے سبب سے انکا یہہ
قصہ نہائیت پر تاثیر ہوجاوے اور جو سرنامہ انہون نے اپنی کتاب کے واسطے تحریر کیا ہی جسکا
ترجمہ یہہ ہے کہ "ہندوستان کے مسلمانون پر ملکہ معظمہ پر جہاد کرنا فرض ہے" اس سرنامہ کی معنی
کو تقویت حاصل ہو اب ہم سنہ ۱۸۶۳ء کا ذکر کرتے ہین ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان فرماتے ہین کہ

۱۸۵۷ء مین ستانہ کے باغیون نے گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنیکے ایک عام سازش کرنی چاہی اور نہایت جرات کی ساتھہ انہون نے گورنمنٹ انگریزی سے اس بات کا تقاضا کیا کہ وہ انکو ایک لاکھہ روپیہ کے وعدون مین مدد دے اپنی کتاب کے حاشیہ مین ایک مقام پر صاحب موصوف نے خاص کر یہہ بیان کیا ہے کہ قوم یوسف زئی اور خیبر تا رہی اس سازش مین شریک تہین پس مین یہہ بات جانتا ہون کہ البتہ یہہ پہلی دو قومین ۱۸۵۷ء مین گورنمنٹ انگریزی سے لڑنیکا ضرور ارادہ رکہتے ہونگے - اسلئے کہ اس ہنگامہ مین لوٹ گھسوٹ اور دنیوی فایدہ کا نہایت عمدہ موقع حاصل تہا اور اُس عرصہ مین بلاشبہ بہت سی اور قومین بہی اِس بات پر ایسی آمادہ ہوتین کہ انکو کچھہ ستانا کے باغیونکی تحریک کی ضرورت نہ تہی علاوہ اِسکے اِس بات کو سُنکر ہر شخص تعجب کریگا کہ جب ۱۸۵۷ء مین ستانا کے باغیون کی جانب سے ایسی عام سازش ہوئی تہی تو صرف ایک ہی برس بعد یعنی ۱۸۵۸ء مین ستانا اور سرحد کی قومون کے باہم کیون اسقدر نفاق ہوگیا کہ ان قومون نے آپس مین حملہ کیا اور انکا بڑا متعصب سردار سید عمر شاہ نامی جسکا ذکر صفحہ ۵۲ کے حاشیہ مین ہے اس حملہ مین مارا گیا میری دانست مین تو اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ پہاڑی قومون مین انکا کچھہ رعب تہا ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا بیان ہے کہ یہہ لوگ قرب وجوار کے پہاڑی باشندون سے محصول لیا کرتے تھے (صفحہ ۲۰۲) مگر میری یہہ رائے ہے کہ عنایت علی اور ولایت علی کے انتقال کے بعد چند آدمی پہلی جماعت مین سے رہگئے تہے اور وہ اسقدر کم زور تہے اور خود انہی مین باہم اسقدر نفاق تہا کہ وہ اس قسم کا ارادہ ہرگز نہین کر سکتے تہے البتہ ۱۸۵۷ء مین اور اُسکے بعد کچھہ سرکاری فوج کے پکڑے ہوئے سپاہی اور کچھہ اور لوگ ستانا مین جمع ہوگئے تہے اور اُنمین ہندو اور مسلمان سب تہے اور ہمارے پہلے بیان کے موافق یہہ وہی لوگ تہے کہ ہندوستان سے جلاوطن کردے گئے تہے اب ہمکو خود ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے بیان سے یہہ بات ثابت ہوگئی (صفحہ ۲۰۲) کہ ۱۸۵۸ء سے لیکر ۱۸۶۳ء تک اُن متعصب مسلمانون اور انگریزی فوج

مین کبھی لڑائی نہین ہوئی جسکا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے لکھا ہے البتہ ۱۸۵۷ء کے بعد کئی لڑائیان ہوئین لیکن ان لڑائیون سے کیا نتیجہ نکلا - میری دانست مین تو ان سے صاف صاف یہہ نتیجہ نکلا کہ جو کچھہ اس سال کے بعد ظہور مین آیا اُسمین اغوا کرنیوالے سرکار کی فوج کے باغی سپاہی تھے سید احمد شاہ صاحب کے گروہ مین کا ایک شخص بھی اسمین شریک نتھا اور جسطرح سے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اور اقوال کی سند نہین ہے اسطرح اُنکے اس قول کی بھی اصل نہین ہے کہ جو شعلہ ہندوستان مین بھڑکا تھا اس شعلہ کو ہندوستان کے متعصب مسلمان اور زیادہ بھڑکاتے تھے جو بنگالے گورنمنٹ انگریزی کے مقبوضہ دیہات مین بیچون کی چوری اور غارت گری اور آتش زدگی وغیرہ کے ظہور مین آئے ہین انمین سرحد کی قومونکی بہت کچھہ سازش اور شرکت تھی پس ان بنگالیون کو سید احمد صاحب کے پیرؤن کی طرف منسوب کرنا اور انکے باعث سے ہندوستان کے تمام مسلمانون کو متہم کرنا نہایت ہی نازیبا ہے -

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب اول کے آخیر مین امبیلہ کی لڑائی اور سرحد کی قومون کے اُس فساد کا بھی ذکر ہے جو ۱۸۶۳ء مین انہون نے کیا تھا مگر اس مقابلہ کی نسبت میری یہہ رائے ہے (اور جو انگریزی افسر اُس موقع پر موجود تھے وہ بھی اسکی تصدیق کرتے ہین) کہ انکا یہہ مقابلہ کچھہ مقام ملکا کے باغیون کی محبت کے سبب سے نہ تھا بلکہ گورنمنٹ انگریزی جنکی جو انکی مرضی کے خلاف اُنکے ملک مین ہوکر حملہ کیا تھا اس سبب سے وہ ناراض ہوگئی تھین مگر انکی ناراضی بھی حق بجانب تھی اگر انکو یہہ اطلاع ہوئی کہ ہم صرف درہ امبیلہ سے رستہ چاہتے ہین تو غالباً وہ سب گورنمنٹ انگریزی کی طرفدار ہوتین مگر ان کو ہماری منصوبونکی اطلاع نہ ہوئی اس سبب سے اُنکے دل مین شبہ پیدا ہوا اور اسی شبہ کے سبب سے انہون نے ستانا کے گروہ کی طرفداری کی مگر مین یقین کرتا ہون کہ ایسے موقع پر اگر بجائے پہاڑی قومون کے انگریز لوگ ہوتے اور ان کو ایسی صورت پیش آتی تو وہ بھی ایسا ہی کرتے

صفحہ ۳۹ مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے محمد اسحٰق اور محمد یعقوب اور مولوی عبدالرحمان تین آدمیونکا

ذکر کیا ہے لیکن یہہ نہین لکھا کہ یہہ تینون سُرکیمان سے آئے تھے یا پٹنہ سے آئے تھے یا جنوبی بنگالہ سے یا شمالی ہندوستان سے یا کہین اور سے آئے تھے حالانکہ ہر شخص انکے حالات کی تفتیش اور تحقیق کا خواہان ہے مین اُنکے نامون سے محض نا واقف* ہون اور گو مینے انکی نہایت تحقیقات کی مگر مجھکو کہین پتا نہین لگا ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ گورنمنٹ موصوف ہندوستان کے متعصب مسلمانون کو نکال سکتی ہے اور نہ انکو اس شرط سے گورنمنٹ کا مطیع کر سکتی ہے کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت قبول کرین اور ہندوستان مین اپنے گردن کو لوٹ آوین (صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۲) مگر صاحب موصوف نے بنظر دانشمندی یہہ نہین لکھا کہ وہ متعصب مسلمان ۱۸۵۷ء کے باغی تھے یا سید احمد صاحب کے گروہ کے باقیماندہ لوگ تھے اگر صاحب موصوف اس بات کا بھی مفصل ذکر کرتے تو یہہ باب عمدہ طور سے ختم ہو جاتا۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے صفحہ ۵ مین ایک شریر اور زبردست آدمی تتو میان نامی کی اُن زیادتیون کا ذکر ہے جو اُسنے معاملات اراضی کے متعلق کی تھین اور ہندوؤن کی گائے کی

---

* مولوی محمد اسحٰق صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب دہلی کے مشہور دینی علماء تھے جنھے ذیل حصہ ہی بخوبی واقف ہین چنانچہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۲ مین انکا ذکر کرتے ہین جو ہمارے رسالہ کے صفحہ ۱۴۴ مین گذر اگر یہہ دونون مولوی صاحبان مدینہ مین نہین گئے۔ بہت زیادہ دہلی مین رہے۔ غدر سے پیشتر دونون صاحب مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہان ہی فوت ہوئے اس بات کو دہلی کے زن و بچہ جانتے ہین انکا سرحدپر جانا کیسے خیال مین نہین ہے۔ اسی نظر سے شاید ذیل صاحب نے ان نامونکے مولویون سے جو سرحد پر گئے تھے لاعلمی بیان کی ہے۔

رہے مولوی عبدالحی جنکا سرحد پر جانا ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان کرتے ہین انکو ہم بھی نہین جانتے وہ ہمارے ہمعصر تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ سرحد پر گئے ان ایک مولوی عبدالحی جو اسوقت سرحد پر موجود ہین انکی نسبت جو ہمارا علم و خیال ہے اُسکو ہم بعد تقسیم کلام ذیل صحت کر (جو سرحدی حالات کے بیان ہین ہم نقل کرنا چاہتے ہین) ظاہر کرینگے۔

کو بجرحلال کیا تھا اور یہہ بھی لکھا ہے کہ اسی عرصہ مین کسی دولتمند مسلمان کی بیوہ لڑکی کا نکاح بغیر رضامندی اُسکے وارثون کے اُس گروہ کے کسی سردار سے ہوا تھا اور ان سب باتون کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابیون کی ایک ایسی سازش کا نتیجہ قرار دیا ہے جو انگریزی حکومت کے تہ و بالا کرنیکے واسطے کیگئی تھی حالانکہ یہہ ایسی فضول اور لغو تہمتین ہین کہ انکا جواب دینا ہی فضول یا ست معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسے فساد اور جھگڑے ہمیشہ تمام ہندوستانین ہوتے رہے ہین مگر انکو کبھی سرکاری معاملات سے کچھہ سروکار نہین ہوا اور نہ انکو کسی نے انگریز دشمن سمجھا ڈاکٹر صاحب نے سید احمد صاحب کے کرامتہً غائب ہوجانے کے قصہ کو کسی قدر مبالغہ اور اصرار کے ساتھہ بیان کیا ہے حالانکہ یہہ ایک ایسا لغو قصہ ہے جسکو اسوقت کے عام مسلمان بھی اپنے اعتقاد مین نہائت ضعیف سمجھتے تھے پس جسقدر کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ان مسلمانون کی ضعیف الاعتقادی کو لوگون کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین درحقیقت اسکی کچھہ اصل نہی۔

اب مین اس مضمون کے ناظرین کو اس خط کے مضمون کیجانب مایل کرتا ہون جو بنگالہ کے ایک راسخ الاعتقاد عالم نے لکھا تھا اس خط مین عالم مذکور نے اولاً سید احمد صاحب کے کرامتہً غائب ہوجانیکے قصہ کی اصلیت دریافت کی ہے اور اُسکے بعد اپنے معتقدین کو یہہ ہدایت کی ہے کہ وہ وہان سے اپنے گھرون کو واپس چلے آوین پس ذرہ سوچنا چاہیئے کہ اس عالم کی اس چٹھی اور اس ہدایت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو اُس سے صاف یہہ عمدہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہہ شخص اپنی صفائی طبیعت سے اس بات کو بہت بُرا سمجھتا تھا کہ مذہبی سرگرمیون کو دھوکہ بازی سے برانگیختہ کرے اور اُسکا یہہ منشا ہرگز نہتھا کہ وہ سلطنت انگریزی مین کسی قسم کا فتور برپا کرے حالانکہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اسکو بھی ایک متعصب عالم لکھا ہے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے صفحہ ۱۶ مین سید احمد صاحب اور عبدالوہاب کی ایک مفصل تاریخ لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہین کہ جو باتیں انتک انکے دلمین بطور خواب و

وخیال کے ہی وہ انجام کار ایک ایسی شعلہ بنکر اس وجہ کو پہونچی کہ وہ انہی دلمیں جو اضلاع ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا قایم خیال کر فی لگے اور انگریزوں کے مذہبی آثار کو انکی نقشو کے ساتھ گویا زمین میں مدفون سمجھنے لگے پس اسمیں شبہ نہیں کہ سید احمد صاحب اور اگر ٹھیک ٹھیک سمجھو تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی تمام ہمت کو اس بات پر صرف کیا تھا کہ جہانتک ممکن ہو ہندوستان میں اپنے مذہب اسلام کی تہذیب اور اصلاح کرنی چاہیئے اسلئے کہ ہندوستان میں بہت سی بے اصل باتیں مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہوگئی تھیں اور اسی لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کا یہہ قول نہایت صحیح ہے کہ سید احمد صاحب تمام اضلاع ہندوستان اپنی مذہبی تہذیب کا جھنڈا قایم کرنا چاہتے تھے مگر یہہ بالکل غلط ہے کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کے مذہب کے منیت ونابود کرنیکے فکر میں تھے میری دانست میں ڈاکٹر صاحب کی یہہ رائے بالکل بے سند ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ اسپر ذرا بھی التفات کیجاوے جو اطلاع سید احمد صاحب نے مسلمانوں کو دی تھی وہ صرف اس بات کی تھی کہ وہ سکھوں پر جہاد کرنیکے لئے آمادہ ہوں پس ڈاکٹر صاحب کی رائے خود سید احمد صاحب کی اس ہدایت سے بالکل باطل ٹھہرتی ہے اور کوئی وہابی ایسی رائے ظاہر ہی نہیں کر سکتا ہے اسلئے کہ وہ انکے عقاید کے بالکل خلاف ہوگی میں جانتا ہوں بلکہ مجھکو یقین کامل ہے کہ غالباً اس معاملہ میں ڈاکٹر صاحب کو کسی ایسے شخص نے دھوکہ دیا ہے جو وہابیت کے خلاف اعتقاد رکھتا ہے۔"

خاتمہ کلام از ایل صاحب ہی جو سرحدی حالات کی باب میں انہوں نے فرمایا ہے اسمیں چونکہ کسی کو اسے سرحدی لنجاو تو نین الہدیت (یا وہابیوں) کی کبھی سازش نہیں ہوئی اور سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور انکے باقیماندہ گروہ نے کبھی گورنمنٹ انگلشیہ کے مقابلہ کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کبھی اس غرض وارادہ سے ہندوستان سے سرحد پر آدمی یا روپیہ بھیجا گیا ہے ہمکو اسکے حال ومعلومات کی تحقیقات کی رو سے یہی درست اور نہایت درست ہے مگر ہم تہنین کہ از ایل صاحب نے بانچوین زمانہ کے حالات میں صرف انہی غدر کے سفر دباغیوں کا جو پنجاب و بیکانیر وغیرہ کے بیابانوں سے ملکہ وستانا کے قریب جمع ہوگئے تھے حال بیان کیا اور گروہ سید احمد صاحب کے ان باقیماندہ لوگوں کا جو اُس زمانہ میں اُس انواح میں تھے اور انکا اسی سرحد میں موجود ہونے کا کچھ ذکر نہیں کیا **غالباً** ازیل صاحب کو ان لوگوں کے اصلی حالات کا علم معتبر وسیلہ سے حاصل نہیں ہوا اسلئے انہوں نے انکا ذکر فروگذاشت ہوا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

جہانتک ہمکو انکا علم ہی ہم اُسکو بنظر خیرخواہی گورنمنٹ و ملک و برادران اسلام کی بیان کرنا مناسب سمجھتے ہین
ہمکو متعبر اشخاص (جو بعض سرحدی افیسرون گورنمنٹ ہند کی طرف سے اُس گروہ مین کئی بار گئی ہین)
کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ سرحد ہزارہ مین اُس گروہ کی باقیماندہ اشخاص ابتک موجود ہین جنکے سردار مولوی عبداللہ
پسر مولوی ولایت علی ہین **مگر** انکا یہہ ارادہ نہین ہے کہ وہ گورنمنٹ سے مقابلہ کرین یا گورنمنٹ کا ملک فتح کرلین اور
نہ کبھی انہون نے اس ارادہ سی گورنمنٹ کی مقابلہ مین پیش قدمی کی ہے **وہ** لوگ اپنی جان بچانیکے لئے
وہان پناہ گزین ہین اسکے سوائے اور کوئی خیال و سرکار نہین رکھتی ایک زمانہ تک وہ اپنے اُسی پرانے عزم پر
(جسکا ظہور و اثر بقول انریبل سید احمد خانصاحب بہادر کے انکی چوتھے زمانہ کی اخیر تک رہا پھر اسکا اختتام ہوگیا تھا)
رہی اسکے بعد وہ سرحدی باغی اقوام کی شورشون اور مفسدون مین شریک سمجھی گئے (چنانچہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے سمجھا ہے)
کو واقع مین وہ شریک نہ تھی (چنانچہ انریبل سید احمد خانصاحب نی انکے جواب مین ثابت کردیا ہی کہ انکا ایک آدمی بھی
انمین شریک نہتا) اور بعید نہین کہ جب اُنپر بلا وجہ ہاتھہ اوٹھایا گیا ہو تو انہون نے اپنی جان بچانیکی لئے
ہاتھہ ہلایا ہو پس وہ اس شراکت (واقعی یا خیالی) کی سبب متہم ہوکر خائف مواخذہ گورنمنٹ ہوگئی اور
ابتک وہ اسی خوف مین ہین اور اُس جگہہ کو جائے پناہ و امن سمجھتے ہین۔ **ہمارے خیال** مین
اگر گورنمنٹ از راہ مراحم و الطاف خسروانہ انکو پوری طمانیت و امن دیکر وہانسے بلالی تو غالباً وہ لوگ اُس جگہہ
کو چھوڑ آوین۔ اس امر کی تجویز و تحریک کے لئی ہمارے خیال مین کئی صورتین ہین جنکو پولٹیکل معاملات
سمجھکر ہم پبلک طور پر شائع نہین کرسکتے۔ اگر کوئی پولٹیکل افیسر پرایوٹ طور پر ہمسی اُن صورتونکا
استفسار کری اور اس باب مین ہماری قوت علمیہ و عملیہ سی (جسقدر کہ ہی گو نہایت ہی قلیل اور حقیر کیون
نہو) کام لینا چاہے تو ہم حاضر ہین **ہم** یہہ بھی **خوب** جانتے ہین کہ ایسے امور سلطنت مین اُنہی لوگون
کی بات کی طرف توجہ ہوتی ہے جو پولٹیکل مین اور امور سلطنت مین مشیر و دخیل ہوتے ہین **مگر** اس امر کے
لحاظ سے ہمکو اپنی خیال کے اظہار سی جسکو ہم گورنمنٹ اور ملک اور اسلامی بہائیون کیلئے بہتر سمجھتی ہین رک جانا مناسب نہین ہے
سر ہنری ڈیوس صاحب سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت مین بوساطت ایک پولٹیکل افیسر کے ہمنے اپنے اُن خیالات کا
اظہار کیا تھا۔ صاحب موصوف نے اُن خیالات کو پسند کیا مگر اُنکے اہتمام و انصرام کا بوجہ اپنی ذمہ نہ لیا بلکہ ہمپر ڈالنا چاہا